© rasailojaraid.com

اخبار و افکار

وقائع نگار

۱۹ مئی ۷۲ء : سیمینار ہال میں رفقائے ادارہ کا ایک معمولی اجتماع ہوا ، رفیق ادارہ جناب عبد الاول صاحب نے The Concept of Property Ownership in Islam (اسلام میں جائداد پر ملکیت کا تصور) کے عنوان پر اپنا مقالہ پڑھا ۔ ابتدائی سطور میں مقالہ نگار نے ملکیت اور جائداد کی تعریف میں مختلف علماء کے اقوال نقل کیئے ۔ اس کے بعد قرآن مجید کی ان تمام آیتوں کے ترجمے نقل کیئے جن کا کوئی تعلق اس مسئلے کے ساتھ تھا چاہے یہ صراحۃً ہو یا دلالۃً و اشارۃً ۔ حدیث ، فقہ اور تاریخ کی طرف کم توجہ دی گئی تھی ۔ جس کے بغیر اس قسم کے شرعی مسائل اور متعلقہ پہلوؤں کی کماحقہ وضاحت ممکن نہیں ہو سکتی ۔ مقالہ نگار نے بحث میں زیادہ تر قرآن مجید ہی کو پیش نظر رکھا تھا ۔ یہ دیکھ کر جناب ڈائرکٹر نے تجویز کیا کہ مقالے کا عنوان " قرآن کا تصور ملکیت " ہونا چاہئے تھا ۔

موضوع کے بہت سے پہلو نظر انداز ہو گئے اور بہت سے غیر ضروری اور غیر متعلق مباحث پر وقت صرف کیا گیا ۔ مقالہ نگار نے یہ نہیں بتایا کہ ملکیت کے ضمن میں انفرادی اور اجتماعی حقوق کی حدود کیا ہیں اور جہاں ان دونوں میں تصادم ہو وہاں اسلام کا فیصلہ کیا ہوگا ، کہاں انفرادی حق کا احترام کیا جائے گا اور کہاں اجتماعی حق کو ترجیح دی جائے گی ۔ دور حاضر میں ایک اقتصادی نظام ایسا بھی ہے جو سرے سے انفرادی ملکیت کو جائز ہی نہیں سمجھتا ۔ مضمون میں اس کا مختصراً جائزہ لینا ضروری تھا ۔ مقالے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اق فی سبیل اللہ کی تلقین، خیرات و زکواۃ کے مصارف، قرض، سود، تجارت، پ تول میں کمی، احتکار و ارتکاز، ذخیرہ اندوزی، جوا، لاٹری، اجارہ داری میرہ کے متعلق اسلام کے نقطۂ نظر کا ذکر کیا گیا۔

مقالے کا بڑا حصہ انہی مسائل پر مشتمل تھا۔ ظاہر ہے ان مباحث کا ل موضوع سے براہ راست کوئی تعلق نہیں۔ لیکن بہر حال یہ مسائل اسلامی ول معیشت کے بنیادی مسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیتیں درج رنے کی بجائے ان کے انگریزی ترجمے پر اکتفا کیا گیا۔ ان ترجموں کو جگہ گہ Verses of Quran کہا گیا اور ان کے ساتھ سورتوں کے نام اور آیتوں کے بر اس طرح درج کیئے گئے جس طرح قرآن کے الفاظ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ ریق کار غلط بھی ہے اور ناواقف کے لئے فتنے کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔ اسی ے متعدد رفقاء نے اس پر اعتراضات کیئے۔

سوال و جواب اور بحث و تمحیص سے مضمون کے بہت سے چھپے ہوئے وشے اجاگر ہو کر سامنے آئے۔

---

۳۰ مئی ۷۲ء: تیونس کے مشہور صحافی علی البوبج ادارۂ تحقیقات اسلامی یں تشریف لائے۔ مسٹر البوبج تیونس کے مشہور جریدہ العمل کے چیف ایڈیٹر یں۔ ادارہ کے ڈائرکٹر نے ان سے ادارے کا مفصل تعارف کرایا۔ اور کام کے مختلف شعبے بھی دکھائے۔ کتب خانہ دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوئے۔ اور س کے بعض نوادر پر غیر معمولی مسرت و استعجاب کا اظہار کیا۔

---

۳۰ مئی ۷۲ء: مولانا عبد القدوس ہاشمی رکن ادارہ تحقیقات اسلامی نے ام ہمدرد میں ''احترام اکابر'' کے موضوع پر مقالہ پڑھا۔ اس مجلس کی صدارت کے فرائض ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی نے انجام دیئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا ہاشمی نے اپنے مقالہ میں کہا کہ جذبۂ احترام اکابر ایک فطری جذبہ ہے جس کی ابتداء ماں کے احترام سے ہوتی ہے اور یہ زندگی کے ساتھ پھیلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ پوری دنیائے انسانیت پر محیط ہو جاتا ہے۔ اگر اسے اعتدال میں رہ کر پھیلنے کا موقع دیا جائے تو یہ جذبہ ایک صالح اور ترقی پذیر معاشرہ تعمیر کرنے میں قوی عامل کا کام کرتا ہے۔ اور اگر اس کو محدود کر کے افراط کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے تو مادر پرستی، آباء پرستی اور نسل پرستی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مولانا نے تاریخ مذاہب سے اس کی مثالیں پیش کیں اور یہ ثابت کیا کہ تمام جذبات کی طرح اس جذبہ کے لئے بھی اعتدال کا حسین نمونہ صرف انبیاء علیہم السلام کی خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ کی حیات طیبہ ہی میں مل سکتا ہے۔ اگر خود سے معیار قائم کرنے کی کوشش کی یا کسی اور جگہ سے لیا تو محض گمراہی ہوگی۔ اور آخر میں نصیحت کی کہ بڑے لوگ نوجوانوں میں جذبۂ احترام اکابر کو اپنے مشفقانہ برتاؤ سے پیدا کریں۔ ورنہ خطرہ ہے کہ ہمارے معاشرہ کا تسلسل تاریخی، منقطع ہو کر شدید انتشار ذہنی کا شکار ہو جائے گا۔

جناب صدر نے فاضل مقالہ نگار کے مقالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اسلامی معاشرہ میں شفقت اور احترام کی اہمیت پر روشنی ڈالی، اور بتایا کہ اسلامی زندگی میں چھوٹے کے ساتھ رحمت و شفقت کے برتاؤ اور بڑوں کے ساتھ احترام کے سلوک کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے۔ اور کہا کہ اکابر میں ہر قسم کے اکابر داخل ہیں۔ عمر میں بڑے، علم میں بڑے اور زہد و تقویٰ میں بڑے، یہ سب اکابر میں داخل ہیں۔

© rasailojaraid.com